﴿ أَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَاٰتُوا الزَّكَاةَ ﴾ کے الفاظ، جو کہ قرآن مجید میں چھ مرتبہ آئے ہیں: (سورۃ البقرۃ/ ۴۳۔۸۳۔۱۱۰، النساء/ ۷۷، النور ۵۶، المزمل ۲۰) یہ عبارت ہر قسم کی تبدیلی و کمی بیشی سے محفوظ رہے، لیکن تکبیر سے تسلیم تک نماز کا طریقہ اور زکاۃ کا نصاب اور مقررہ حساب محفوظ نہ رہے، بلکہ اس میں کمی بیشی، تحریف اور تبدیلی واقع ہو جائے، تو اس مقدس و محفوظ آیت کا ہماری زندگی سے کیا تعلق قائم ہوگا؟!

اسی طرح آیت مذکورہ کی دوسری تفسیر کی رُو سے اللہ پاک نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے تو اس پیغمبر کے جسم و جان کی حفاظت کا مقصد کیا ہے؟؟ اگر آپ ﷺ کی حفاظت کا مقصد آپ کی رسالت کو پھیلانا اور آپ ﷺ کے دین کو قوت دینا ہے، تو اس کے لیے آپ ﷺ کی ذات کی حفاظت سے بڑھ کر آپ ﷺ کے اقوال و افعال اور سیرت و کردار کو ہمیشہ محفوظ رکھنا ضروری ہے، تاکہ قیامت تک اہل اسلام ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الاحزاب/ ۲۱] کو مشعل راہ بنا سکیں۔ اگر سیرت نبوی محفوظ نہیں، تو آج کا پرویزی اس محفوظ آیتِ مقدسہ سے کیا استفادہ کر سکے گا؟!؟

اس لیے قرآن مجید کی حفاظت، سنت نبوی کی حفاظت پر موقوف ہے۔ اور اس کے لئے مستلزم ہے، کیونکہ سنت نبوی، قرآن پاک کا مضبوط قلعہ ہے، اس کا محافظ اور کھول کر شرح کرنے والی ہے۔ اس کے اجمال کی تفسیر، مشکل کی وضاحت، مبہم کی توضیح اور مختصر کی تشریح کرتی ہے۔ قرآن کے ساتھ کھیلنے والوں کا کھیل اور اس کو تماشا بنانے والوں کے تماشے، خواہشات اور اغراض کے مطابق ان کا قرآن پاک کی تاویل کرنے اور ان کے سردار شیاطین ان کو جن کاموں کا حکم دیتے ہیں، ان سب کے مقابلے میں سنت نبوی، قرآن مجید کا دفاع کرتی ہے۔ اس لیے سنت کی حفاظت، قرآن کی حفاظت کے اسباب میں سے ہے۔

کیا علم جرح و تعدیل، علمِ علل اور اصول حدیث کی کتابوں سے اس بات کا اندازہ نہیں ہو رہا ہے، کہ اللہ پاک نے قرآن شریف کے علاوہ حدیث شریف کی حفاظت کا بھی ذمہ لے رکھا ہے۔

در اصل منکرین سنتِ نبوی کے تمام اعتراضات یا شبہات محض بے معنی اور بے ہودہ جھوٹ کا پلندہ ہے، اور احادیث رسول ﷺ کی مخالفت، عداوت اور تردید میں ان کی تمام تاویلات، آیات قرآنی کے معانی و مفاہیم میں غلط بیانی، بلکہ تحریفِ قرآن کی دانستہ یا نادانستہ تگ و دو ہے۔ اور یہ سب خرافات، دین اسلام کے اندر رخنہ اندازی اور اسلام کے روشن چہرے کو داغدار کرنے کی گھناؤنی سازش کے علاوہ کچھ نہیں۔ (جاری ہے)

قسط (۴)

مسجد اور اس کے احکامات

محمد اسحاق محمد علی

آدابِ مسجد

اللہ جل جلالہ نے روئے زمین میں جس جگہے کو اعلیٰ مقام و مرتبہ عنایت فرمایا ہے' وہ مساجد ہی ہیں۔ لہٰذا اس کے آداب و احترام کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ ذیل میں مساجد کے چیدہ چیدہ آداب بیان کیے جاتے ہیں:

[۱] مساجد میں غیر اللہ کو پکارنے سے اجتناب کرنا

ہماری تخلیق کا مقصد صرف اللہ جل جلالہ کی بندگی کرنا ہے۔ اور کلمہ طیبہ میں اسی کا پختہ عہد کیے بغیر کوئی فرد' دین اسلام میں داخل ہی نہیں ہوتا۔ پھر ہر نماز میں' بلکہ نماز کی ہر رکعت میں اسی عہد کی تجدید کرنا ضروری ہے۔ یعنی سورہ فاتحہ کا پڑھنا، جس میں یہ وعدہ خاص طور پر شامل ہے: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۞ ﴾

"اے اللہ! ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں' اور ہم صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں"۔

اس وعدے کی پاسداری ہی پر اسلام اور کفر کا دارومدار ہے۔ لہٰذا اہل اسلام کو چاہیے کہ زندگی بھر اس عہد پر ثابت قدم رہیں۔ غیر اللہ کسے باشد...... اس کو غائبانہ مدد کے لیے پکارنا' اس وعدے کی سنگین خلاف ورزی ہے۔ ایک ایسی خلاف ورزی' جو انسان کے دعوائے اسلام کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی شریعت میں سب سے بڑا جرم ہے۔

اب کوئی مسلمان' مسجد میں آ کر بھی اس **اکبر الکبائر** گناہ کا ارتکاب کرے' تو اس عمل کی قباحت کا صحیح اندازہ صرف وہی شخص لگا سکتا ہے' جس نے توحید کی حقیقت کو سمجھ رکھا ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سینکڑوں جگہ غیر اللہ کو پکارنے کی سخت ممانعت' اس جرم کو معاف نہ کرنے' اس کے کسی بھی نیک عمل کو قبول نہ کرنے اور اس کے مرتکب کو ہمیشہ جہنم میں رکھنے' اور جنت کو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام کر دینے کے اعلانات کے ساتھ ساتھ مساجد کے حوالے سے خصوصی طور پر یہ حکم فرمایا: ﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۞﴾ [سورۃ الجن/ ۱۸] یعنی: مساجد کو صرف اسی ذات وحدہٗ لاشریک کی عبادت لیے مخصوص رکھا جائے اور اس میں ہرگز کسی اور کو غائبانہ مدد کی خاطر نہ پکارا جائے۔

مسجد اگر واقعی مسجد ہو، تو کسی کی مجال نہیں کہ وہاں اللہ کے سوا کسی اور کی خدمت میں عبادت کی اقسام میں سے کوئی بھی قسم بجالائے۔ مسجد کے بنانے کا مقصد صرف اللہ کی عبادت کرنے، اسی کا ذکر کرنے، اسی سے لو لگانے، اسی کے آگے رگڑ گڑانے، اور اسی ذات بابرکت کے کلام کو پڑھنے، پڑھانے اور اسی کے فرستادہ پیغمبر ﷺ کے فرامین مقدس پر عمل پیرا ہونے کے لیے اجتماعی جگہ کی فراہمی ہے۔ اس لیے مسجدوں میں کسی اور کی عبادت کرنا، کسی اور کو حصول منفعت اور دفع مضرت کے لیے غائبانہ طور پر پکارنا اور کسی مصیبت کے نزول پر کسی اور سے فریاد کرنا، کسی بھی صورت میں حرام ہے اور کہیں بھی جائز نہیں۔ اور آیت مذکورہ بالا میں بطور خاص مسجدوں کا ذکر اس لیے فرمایا، کہ ان کے قیام کا مقصد ہی اللہ کی عبادت کے لیے پاک صاف اور پرسکون اجتماعی جگہ کی فراہمی ہے۔ اس لیے اگر یہاں کے ماحول کو بھی شرک کی غلاظت سے آلودہ کر دیا جائے تو یہ انتہائی قبیح ترین اور ظالمانہ حرکت ہوگی۔ [تفسیر احسن البیان ص: ۲۵۰]

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہود و نصاریٰ جب اپنی عبادت گاہوں میں جاتے تو وہ اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو بھی پکارتے تھے، اس لیے اللہ جل جلالہ نے اپنے نبی ﷺ اور اس کی وساطت سے امت اسلامیہ کو حکم دیا کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ [تفسیر القرآن العظیم ٤/٤٣١]

[۲] مسجد میں سکون اور اطمینان کا اہتمام ہونا چاہیے۔

شور مچانا تو انسان کو کسی بھی جگہ زیب نہیں دیتا۔ خاص طور پر مساجد میں تو یہ انتہائی بے ادبی اور گستاخانہ رویہ ہے کیونکہ مساجد جس مقصد کے لیے بنائی جاتی ہیں، ان کی تکمیل میں یہ رخنہ اندازی اور رکاوٹ کا سبب بنتا ہے۔ یعنی مسجد کو آباد کرنے والوں کی نماز، تلاوتِ قرآن پاک، درس و تدریس، ذکر و اذکار اور دعا و مناجات وغیرہ میں خلل اور توجہ ہٹانے کا ذریعہ بنتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مشرکین مکہ اسلام کے پھیلتے ہوئے سیل رواں کے آگے بند باندھنے کے لیے آپس میں یہ طے کر چکے تھے، کہ کہیں سے قراءتِ قرآن کی آواز آئے، تو خوب شور مچایا کریں گے، تا کہ اس کی آواز سے کانوں کو اور اس کی تاثیر سے دلوں کو بچایا جا سکے۔ ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝﴾ ''اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو ہی مت سنو، بلکہ اس کی تلاوت کے وقت بیہودہ گوئی کرو، شاید اس طرح تمہیں غلبہ حاصل ہو جائے'' [حٰم السجدة/٢٦]